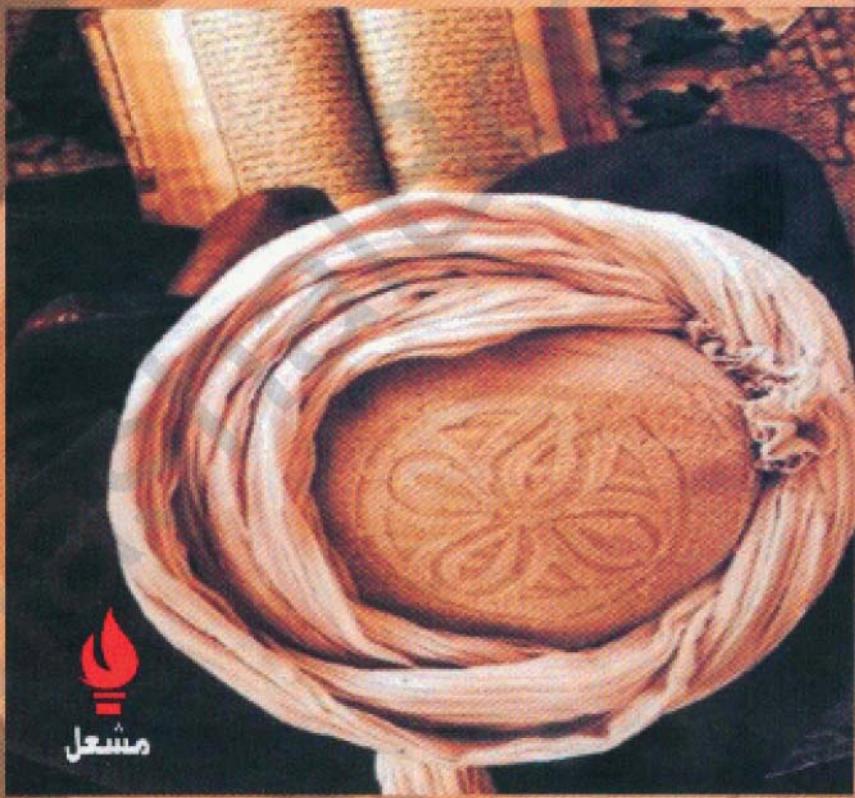


Inside Muslim Minds
Understanding Islamic Consciousness

Riaz Hassan

مسلم ذہن

اسلامی شعور کی تفہیم



ریاض حسن ترجمہ: پروفیسر مقبول الہی

مسلم ذہن

اسلامی شعور کی تفہیم

ریاض حسن

ترجمہ: پروفیسر مقبول الہی

مشعل بکس

آر-بی 5، سینئر فلور، عوامی کمپلکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔ 54600، پاکستان

مسلم ذہن

اسلامی شعور کی تفہیم

ریاض حسن
اُردو ترجمہ: پروفیسر مقبول الہی

کالی رائٹ اردو © 2012 مشعل بکس
کالی رائٹ انگریزی © 2006 ریاض حسن

ناشر: مشعل بکس
آر-بی-5، سینٹ فلور،
عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،
لاہور-54600، پاکستان

فون و نیکس: 042-35866859

Email: mashbks@brain.net.pk

<http://www.mashalbooks.org>

پرنٹر: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

قیمت: 640/- روپے

فہرست

		پیش لفظ
4	باب 1-
10 تعارف	باب 2-
41 اسلامی حیث کا کھوج	باب 3-
73 مذہبی ہونا	باب 4-
112 جہاد اور کشمکش کا حل	باب 5-
136 سیاسی نظام اور مذہبی ادارے	باب 6-
157 مذہب پرستی اور کفرگوئی کے اظہارات	باب 7-
177 پردو، پدرسری نظام اور غیرت کے نام پر قتل	باب 8-
221 عالمگیریت اور اسلامی اُسہ	باب 9-
238 دینا اور لینا: فیاضی اور سماجی انصاف	باب 10-
252 اسلام اور شہری معاشرہ	باب 11-
269 باہمی شکوک و شبہات	باب 12-
287 تتمہ: اسلامی حیث سے سوال و جواب	ضمیمه الف:
308 جہاد کے عقیدے کی قرآنی بنیادیں	ضمیمه ب:
316 ازبکستان کی اسلامی مودمنٹ کی طرف سے جہاد کی پکار	

پیش لفظ

زیر نظر کتاب عالمی شہرت یافتہ مسلمان مفکر ڈاکٹر ریاض حسن کے رشحاتِ فکر کا نتیجہ ہے۔ یہ انگریزی زبان میں اُن کی کتاب Inside Muslim Mind کا اردو ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر ریاض حسن ایک عالمی شہرت یافتہ ماہر عمرانیات ہیں۔ وہ اس وقت آسٹریلیا کی فلینڈرز یونیورسٹی میں اعزازی پروفیسر ہیں۔ وہ دنیا کی مشہور یونیورسٹیوں اور واقع تعلیمی اداروں میں تعلیم و تدریس کی خدمات انجام دے چکے ہیں۔ اس وقت اُن کا نام عمرانیات کی دنیا میں ایک بہت بڑا حوالہ ہے، اُن کی متعدد تصانیف عالمی شہرت حاصل کرچکی ہیں۔ مسلم اُسم کے مسائل و معاملات اُن کی دلچسپی کا خاص موضوع ہیں۔

اس کتاب کی ایک بہت نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ مختصر کے موضوعی افکار کا اظہار نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر اس طرح کی کتب ہوتی ہیں۔ بلکہ یہ عمرانیات کے سائنسیک اور جدید ترین اصولوں کی بنیاد پر تحقیق پرمنی ایک دستاویز ہے۔

اس کتاب میں مصنف نے سات نمائندہ مسلم ممالک کا انتخاب کیا ہے۔ جو کچھ اس طرح ہے۔ عرب شرق اوسط سے مصر۔ غیر عرب شرق اوسط سے ایران اور ترکی۔ جنوبی ایشیا سے پاکستان۔ جنوب مشرقی ایشیا سے انڈونیشیا اور ملاکشیا اور وسط ایشیا سے قرقیستان۔ ان ممالک سے معاشرے کے تقریباً تمام طبقات (مرد اور خواتین دونوں اصناف سے) سے چھ ہزار افراد کو پُتا گیا۔ جنہیں مختلف سوالات میں بحث کر ان کے جوابات کے ذریعے اُن کی آراء معلوم کی گئیں۔

اس طرح مسلم حیثت کا ایک مکمل ڈیٹا تیار کیا گیا۔ یہ ڈیٹا تیار کرنے کیلئے مسلم حیثت کے جن گوشوں کا انتخاب کیا گیا وہ یہ تھے: جہاد، اسلام کے عوامی کردار، کلمہ کفر کے بارے میں مسلمانوں کے رویے، پردہ، پدرسری نظام اور صنفی مسائل، عالمگیریت کے چیزیں، مسلم انسان دوستی، اسلام اور شہری معاشرہ اور اسلام اور مغرب کے درمیان باہمی مشکوک و شبہات۔ اس مطالعے کے نتائج سے مسلم معاشرے کی زندگی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالی گئی۔ مجموعی طور پر جو رائے قائم کی گئی اُس کا لب لباب یہ ہے کہ مسلم حیثت مجموعی طور پر تمام مسلم ممالک میں بہت مضبوط ہے۔ اور مسلم آمد کا تصور آج بھی بحیثیت مجموعی مسلمانوں کے اندر نہ صرف زندہ ہے بلکہ اس میں روزافزوں مزید انتظام پیدا ہو رہا ہے۔

فضل مصنف کے مطابق اس مسلم حیثت کی تعمیر میں پچھلی چند صد یوں میں سماجی، سیاسی اور معاشری عوامل نے مل کر حصہ لیا ہے۔ اُس کی رائے میں تین فکری دھاروں، ملل مدافعت وہابیت اور سلفیت نے مل کر ایک خاص طرزِ فکر کی تخلیق کی ہے جسے اس وقت اسلامی طرزِ فکر کا سب سے بڑا دھارا کہا جا سکتا ہے۔ اس کیلئے وہ ایک نامور دانشور مصری افضل کی وضع کرده اصطلاح سلفا بزم (سلفی مسلک) کو اختیار کرتا ہے۔ اُس کے اپنے بقول:

”سلفابزم کی اصطلاح استعمال کرنے میں، میں اُس اصطلاح کو اختیار کر رہا ہوں جو ابوالفضل کی طرف سے اُن کی متعدد حالیہ تصانیف میں اختراع کی گئی ہے، جن میں اُس نے ہم عصر مسلم مذہبی حیثت کی ایک شاخ کا خاکہ پیش کیا ہے، جو وہابیت اور سلفیزم کے عناصر کو آپس میں ملاتا ہے“ (افتضیل 2001، 2002، 2001) افضل کے مطابق سلفابزم، کے مخصوص خط و خال میں شامل ہے: ”جدید دنیا میں قوت کے اداروں اور اسلامی ورثے اور روایت سے گھری بیگانگی: ایک تفوق پسندانہ کثر پن جو شکست آمادگی“ بے قوتی اور بیگانگی کے احساسات کی تلافی کرتا ہے: اسلام کے اصولوں کی خود کفالت میں یقین اور ادعاۓ تقویٰ کا احساسِ تفاخر، بمقابلہ دوسروں کے پدرسری، عورت بیزار اور اخراجی رُخ بندیوں کا غلبہ اور عورتوں کی ورغلانے کی قوت کا آسیب: اسلامی روایات اور مسلم بحثوں کے تنقیدی جائزوں کا استرداد، ہمہ گیر اخلاقی اقدار کی نفی، اور جدید دنیا کے ابہام کا انکار: اسلامی متون کا، سماجی زندگی اور معاشرے کے اعلیٰ نظم کا رکھ طور پر استعمال: مذہبی متون کے بارے میں لفظی، عقلیت مخالف اور تعجبِ مخالف نقطہ ہائے نظر۔“

دوسرے لفظوں میں سلفابزم کی حیثت مذہبی کثر پن بیان پرستی اور رجعت پسندی کی حامل

اور ترقی پسندی کے مخالف ایک حیثت ہے، جو مسلمانوں کی سماجی، سیاسی اور معاشی سائنسی اور تکنیکی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے۔

مصنف کی رائے میں مسلمانوں کی موجودہ سماجی، ثقافتی، معاشی اور تکنیکی پسمندگی کے پیچھے سُلفاؤسٹ، حیثت کا ہاتھ ہے۔ کیونکہ عمرانیاتی تحقیق کے مطابق مذہبی حیثت اور مادی پسمندگی کے درمیان ایک براہ راست تعلق ہے۔ مصنف نے مسلمانوں کی حالیہ معاشی فکری اور تکنیکی پسمندگی کی تصویر کشی یوں کی ہے:

”پانچ مسلم اکثریتی ممالک کا 1990 اور 1994 کے درمیان کل سائنسی حاصل صرف سوئٹر لینڈ کے حاصل کے باہر تھا (انور اور ابو بکر 1997) خلیفہ مامون کے وقت سے لے کر اب تک کے ایک ہزار سال میں عربوں نے دوسری زبانوں سے اتنی کتب کا ترجمہ نہیں کیا ہے جتنی پہلیں ایک سال میں کرتا ہے۔ (یوain ڈی پی 2000) بروکنگ انسٹی ٹیوشن کے مطابق زیادہ تر مسلم ریاستوں میں گزشتہ چوتھائی صدی کے دوران فی فرد جی ڈی پی یا تو نیچے آیا ہے یا وہی رہا ہے۔ (دی اکاؤنٹسٹ ستمبر 2003، 13)،“

لیکن اس ساری گمیہ صورتِ حال کے باوجود مصنف مسلم اُمّہ کے مستقبل سے مایوس نہیں ہے بلکہ بہت پُر امید ہے۔ مصنف کا ادراک یہ ہے کہ، بجا کہ۔ اس وقت مسلم دُنیا مادی اور معاشری تنزلی اور سماجی، ثقافتی اور فکری طور پر رجعت پسندی کا شکار ہے۔ لیکن اس وقت مسلم دُنیا میں ایک نشانہ ثانیہ پیدا ہو رہی ہے۔ ایسی ہوا کہیں چل رہی ہیں کہ مسلم معاشرہ روشن خیال، جمہوریت پسندی اور جدیدیت کے اثرات کو قبول کر رہا ہے۔ جو اس کے مستقبل کے بارے میں ایک نیک شگون ہے۔ لہذا اسلامی دُنیا کے مستقبل کے بارے میں اُس کا ادراک کچھ اس طرح سے ہے: ”میرا استدلال یہ ہے کہ کسی بھی اور جگہ کی طرح مسلمان ممالک میں بھی سیاسی کلپر، قومی خواہشات کے جواب میں ارتقا حاصل کرے گا تاکہ اُسہ کی خواہشات کے جواب میں اسلامی اُمّہ کا مستقبل کوئی وحدانی سماجی حقیقت نہیں بلکہ ایک مفردی حقیقت ہو گا۔ جس کا نتیجہ اسلامی اُمّہ کی مرکزگریزی ہو گا۔۔۔۔۔ یہ تبدیلی، ہو سکتا ہے کہ مسلم دُنیا کی مرکزگریزی کی طرف لے جائے، یعنی اس کے مزبورہ ثقافتی اور مذہبی مرکز کے عربی شرق اوس طے سے ہٹ کر کشیر المراکز دُنیا کی طرف۔ اس قسم کی اسلامی دُنیا کے پانچ مرکز کی شاخت فوری طور پر کی جاسکتی ہے۔ یعنی عربی شرق اوس طے کا اسلام، افریقی اسلام، وسط ایشیائی اسلام، جنوب ایشیائی اسلام اور مغرب میں مسلم

اقلیتوں کا اسلام“

فضل مصنف کے نزدیک اسلام اور مسلم امہ کا مستقبل بہت امید افزائی ہے، کیونکہ اسلام کی فطرت میں ایک پچ ہے۔ اور یہ بدلتے ہوئے سماجی، سماجی، سیاسی، اور معاشری حالات کے ساتھ اپنے اندر تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ بہر حال مصنف کے مطابق اسلامی دُنیا کے مستقبل کا منظر نامہ کچھ اس طرح ہے: ابھرتی ہوئی عالمگیریت اور جدیدیت کے اثرات کے تحت سلفاہیزم کی، اسلامی حیثیت پر گرفت رفتہ کمزور پڑ جائے گی اور اس کے اندر ایک نظریاتی اور ادارتی تکشیریت پیدا ہوگی اسی سے مسلم امہ کی مرکزیت کمزور پڑ جائے گی اور علاقائی امتیں پیدا ہو جائیں گی۔ ”غیر مرکز مسلم امہ علاقائی امتوں کو ایک قسم کا جواز مہبہ کرے گی اور اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ انہیں اُن کے اپنے سماجی، سیاسی، معاشری اور مذہبی اور ثقافتی ترقیوں کو ایسے واضح خطوط پر تکمیل دینے کی طرف لے جائے جو ان لوگوں کی تاریخ اور اُن کے مزاج کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں۔ یہ مسلم امتوں کیلئے اُسی فکری ثقافتی اور ماذبی برتری کیلئے دوبارہ کوشش کرنے کیلئے نئے موقع پیدا کریں گے، جو اُمّہ نے اپنی تکمیلی صدیوں میں حاصل کی تھی۔ ایسے منظر نامے میں اسلامی امہ قوت حاصل کرے گی ایک متحده وحدانی معاشرے کے طور پر نہیں بلکہ ایک مفروق معاشرے کے طور پر۔ جو علاقائی امتوں پر مشتمل ہوگا، جو سب کی سب عالمی نظام کے نظریاتی اور مادی اثرات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہوں گی۔“

بلashہ مصنف کے نقطہ نظر یا متنالج فکر سے اختلاف کی گنجائش موجود ہے (جبیسا کہ ہر بڑے مصنف کی آراء سے اختلاف کی گنجائش موجود ہوتی ہے) لیکن مصنف کی عرق ریزی جگہ کاوی اور اس کی تحقیق کے بلند پائے میں شک کا کوئی شایئہ نہیں ہو سکتا۔

ایک بہت وقیع علمی اور فکری دستاویز ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کتاب اسلامی دُنیا کے بارے میں بیش بہا معلومات کا ایک خزینہ بھی ہے۔ یہ خالص عمرانیاتی اصولوں کی بنیاد پر تینی ایک مطالعہ ہونے کے ناتے ایک حوالے کی دستاویز بھی ہے۔ یہ درحقیقت ابطور امہ مسلمانوں کے ذہن کے اندر وہی احوال کا مطالعہ ہے یا کہا جاسکتا ہے کہ یہ دورِ سیفیہ مسلم جھانکنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

میں نے حتی الوضع ترجمہ کو سلیس اور روائی بنانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اگر بعض مقامات پر قدرے گرانی کا احساس ہو تو یہ سمجھئے کہ یہ ایسے علمی اور فکری موضوع کی ناگزیریت ہے۔

جیسا کہ مصنف نے اس کتاب کے اندر اشارہ کیا ہے کہ امتِ مسلمہ کی پہمانگی کی اور وجوہات کے ساتھ ساتھ علم کے میدان میں جو دفعہ عظیم ایک بہت بڑی وجہ ہے۔ علم کے فروع کا ایک بڑا ذریعہ تراجم بھی ہیں۔ مصنف کے بقول مامون الرشید کے دور سے لے کر اب تک کے ہزار سال میں عربوں نے گل اتنی کتابیں ترجمہ کی ہیں جنہیں پہنچنے صرف ایک سال میں کرتا ہے۔ یہ گویا مصنف کی طرف سے اس بات کا ادعا ہے کہ تراجم کسی قوم کی علمی بڑھوٹری میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے ہاں تراجم کی کس شدت سے کمی ہے۔ اگر ہم قوم کیلئے ترقی اور خوشحالی کی راہوں کو ا jalana چاہتے ہیں تو ہمیں تراجم کی اہمیت پر سمجھی گی سے غور کرنا ہو گا۔

مقبول الہی

20-8-2011

MashaiBooks.org

دیباچہ

باب اول

تعارف

اسلام نے اپنے پیر و کاروں کو ایسی تہذیبوں کی تعمیر پر ابھارا جن کو ازمنہ و سطھی میں ان کے مخالفین کی طرف سے سراہا گیا اور ان پر رشک کیا گیا۔ ان تہذیبوں کی جانشین ریاستیں اگرچہ اب اُتنی متحرک نہیں رہیں لیکن ان کی ماضی کی کامیابیاں ان کے سماجی، ثقافتی، اور طبعی پس منظروں میں ابھی تک گوجتی ہیں۔ ہم عصر مسلم دُنیا میں اسلامی جذبہ اپنا اظہارِ مغربی برتری کے خلاف مراجحت اور اسلام کے احیا کے ذریعے کرتا ہے نہ کہ مسلم معاشروں کی معاشی اور علمی ترقی کے ذریعے اور ان تہذیبوں کی عظمت رفتہ کی تعمیر نو کے ذریعے۔ جدید مسلم دُنیا میں اسلامی جذبے کی نوعیت کیا ہے؟ اس سوال کے، مسلم اور غیر مسلم علماء کی طرف سے دیئے جانے والے کچھ بصیرت افزای اور کچھ نسبتاً غیر بصیرت افزای جوابات پیش کئے گئے ہیں، جن میں سے کچھ کا اسی کتاب کے مختلف ابواب میں جائزہ لیا جائے گا اور ان پر بحث کی جائے گی۔ تاہم اس کتاب کا مقصد موجودہ جوابات پر توجہ مرکوز کرنا نہیں ہے بلکہ جدید مسلمانوں کے مذہبی شعور میں تحریکی طور پر پختہ بنیاد رکھنے والے اور اکات پرمنی نئے جوابات پیش کرنا ہے۔ جنوب مشرقی ایشیا، سطھی ایشیا، جنوبی ایشیا اور مشرق و سطھی سے تعلق رکھنے والے چھ ہزار جواب دہنگان سے حاصل شدہ شہادت کو استعمال کرتے ہوئے، یہ کتاب اسلامی شعور کے کچھ بنیادی پہلوؤں کا جائزہ لیتی ہے۔

اسلامی حسیت کے خاکہ جات

جدید اسلامی بحثوں میں اسلام کے ماننے والوں کی طرف سے قائم کئے گئے تصورات کو، مسلم مذہب پرستی کی نوعیت اور اسلام کی اجتماعی تحریکوں کے کردار کی تشریح کرنے کیلئے اکثر اوقات بیانیہ اور تجزیاتی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے۔ آنے والے دو ابواب اسلامی حسیت کی

بنیادی ساختوں کا کھونج لگاتے ہیں۔ اسلامی حیثیت کو بطور تجزیاتی آئے کے استعمال کرتے ہوئے باب دوم مسلم ڈنیا کو درپیش حالیہ مسائل کو سمجھنے اور ان کا جائزہ لینے کیلئے ایک ڈھانچہ مہیا کرتا ہے۔ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اسلامی حیثیت ایک علامتی ڈنیا ہے جو گہرے مذہبی اعتقادات کو اظہار دیتی ہے۔ ماضی اور حال کے تعبیری حلقوں کی پیداوار ہونے کے ناطے یہ ایسے ایقانتات اور نسب اعین مہیا کرتی ہے جو سماجی حقیقت کی اشاریہ سازی کیلئے ابتدائی متون کا کام دیتے ہیں۔ تجزیی شہادت کا جائزہ لینے کے بعد، یہ باب یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ مختلف ممالک میں جواب دہندوں کے ہاں غالب ڈنی ساختوں کو خود پارسا، متنکبر، عورت پیزار اور کٹھ ملا کا نام دیا جاسکتا ہے، جو عمومی معاشری، سماجی، اور تکنیکی پسمندگی سے پیدا ہونے والے بیگانگی اور بے طاقت کے احساس کی تلافی کرتی ہیں۔ ان ڈنی ساختوں کا بنیادی وظیفہ مسلم شخص کا اظہار اور اس کو بہتر بنانا ہے۔ یہ باب، ائمہ و نیشاں مالا کشیا، پاکستان اور مصر کے جواب دہندوں کے ہاں ایسی ڈنی ساختوں کی مضبوطی اور قرزاقستان، ایران اور ترکی سے جواب دہندوں کے ہاں نسبتاً اس کی کمزوری کے اسباب میں سے کچھ کا کھونج لگاتا ہے۔

مسلم خدا پرستی کی ساخت اور نوعیت:

جیسا کہ مذہب مسلم شخص کا جو ہر ہے، مذہبی وفاداری مسلم شخص کی شہادت اور اس کا اظہار ہے۔ کثیر الجہاتی نقطہ نظر کو استعمال کرتے ہوئے باب سوم مسلم خدا پرستی کی نوعیت اور اس کے اظہار کا کھونج لگاتا ہے۔ تحقیقاتی نتائج یہ ظاہر کرتے ہیں کہ متعدد مسلم ممالک میں مذہبی نشاة ثانیہ واقع ہو رہی ہے جس کا اظہار اسلامی عقائد و رسومات کے ساتھ شدید مذہبی وفاداری اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے اندر ان کے شعوری سہارے مہیا کرنے میں ہوتا ہے۔ یہ باب اس بات کا کھونج بھی لگاتا ہے کہ مسلم خدا پرستی کی تعمیر عالمی اور مقامی سطح پر عام مذہبی حالات اور ملک کے اندر سماجی اور سیاسی حالات کے ہاتھوں معاشرتی طور پر ہوتی ہے۔ یہ مسلم خدا پرستی کی صفتیات بھی پیش کرتا ہے، جسے بعد میں، مسلم وفاداری اور مذہبیت اور مسلم ڈنیا میں معاشری اور سماجی ترقی کی مختلف سطوح کی تشرح کرنے کیلئے ایک تجزیاتی آئے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔

جہاد کا مفہوم

دہشت گردی کے خلاف جنگ اور اسلامی انقلابی گروپوں کی طرف سے عالمی جہاد دو ایسی

کھلکھلیں ہیں جو وسیع پیلانے پر میڈیا میں جگہ پارہی ہیں۔ میڈیا میں ان کے ذکر اور تجزیے نے ماہرین کی ایک ایسی فوج تیار کر دی ہے جو ایک پھلنے پھونے والی صنعت بنتی جا رہی ہے۔ یہ دونوں گھرے جائزے کے طالب ہیں تاکہ یہ بات سمجھ میں آئے کہ یہ ایسے عالمی واقعات کیوں بن گئے ہیں جو دنیا کی لاکھوں لوگوں کی زندگیوں کو متاثر کر رہے ہیں۔ یہ کتاب صرف عالمی جہاد کی نوعیت، علمت غالی اور مفہوم کا جائزہ لیتی ہے۔ لیکن دہشت گردی کے خلاف جنگ بھی ایسے ہی جائزہ کا تقاضا کرتی ہے۔ اس جنگ کے محکم کا کھونج ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مذہب کے داعی عرب نوجوانوں کی طرف سے گیارہ ستمبر 2001 کے حملے میں لگایا جاسکتا ہے۔ ریاستہائے متحده کی حکومت کی طرف سے ایسے مجرمانہ اقدامات کاموزوں جواب دینا جائز بھی تھا اور ضروری بھی، کیونکہ اس قسم کے اقدامات سے اپنے شہریوں کو بچنا حکومت کا فرض ہوتا ہے۔ لیکن اس بات کا گہرا اور ٹھنڈے دل سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اس جواب کو دہشت گردی کے خلاف ”جنگ“ کی شکل کیوں دی گئی اور ”انسانیت کے خلاف جرائم“ کی شکل کیوں نہ دی گئی۔

9-11 کے حملے واضح طور پر گھناؤ نے مجرمانہ افعال تھے اور ان کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ ہی کیا جانا چاہیے تھا لیکن انہیں ”جنگ“ کی شکل دی گئی جس کے عالمی سطح پر ہولناک سیاسی معاشری سماجی اور عسکری نتائج نکلے۔

یہ تجزیاتی عمل اگرچہ ضروری اور لازمی ہے لیکن اس کا پیرا کہیں اور اٹھایا جائے گا۔ یہاں باب چہارم میں، میں عالمی جہاد پر توجہ مرکوز کروں گا۔

جہاد اسلام کی نہ ہی اور سماجی سیاسی فکر میں ایک اساسی تصور ہے۔ اسلامی جہادی تحریکیں جہاد کو ایک مقدس جنگ، کے معنوں میں استعمال کرتی ہیں۔ ایک ایسی جنگ جو اسلام یا اللہ کے نام پر لڑی جائے۔ لیکن مقدس جنگ کوئی ایسا تصور نہیں ہے جسے قرآن نے یا مسلمان ماہرین دینیات نے استعمال کیا ہو۔ اسلامی دینیات میں جنگ بھی ”قدس“ نہیں ہوتی۔ یہ یا تو جائز ہوتی ہے یا ناجائز اور اگر جائز ہو تو اس میں مارے جانے والے لوگوں کو ”شہید“ سمجھا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اسلامی جہادی تحریکیں جہاد، کو ”قدس جنگ“ کے مفہوم میں کیوں لیتی ہیں؟ تاریخی مواد کو استعمال کرتے ہوئے، یہ باب پوری اسلامی تاریخ کے دوران جہاد کے مفہوم کی عصری تفہیم مہیا کرتا ہے۔ یہ واضح کرتا ہے کہ اسلام کے تخلیلی سالوں کے دوران زور قرآنی مفہوم پر تھا جو یہ ظاہر کرتا تھا کہ یہ خدا پرستی کے اعلیٰ معیار کو حاصل کرنے کیلئے انسان کی بھرپور طاقت

کوششوں، مسائی اور صلاحیتوں کا استعمال ہے اور روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے جدوجہد کے تمام افعال کا نام ہے۔ مسلم سلطنت کے توسمی دور کے دوران، یہ غیر مسلموں کے ممالک کی مسلم فتوحات کے جواز کا نظریہ بن گیا اور مسلمان ممالک پر یورپیوں کے استعاری قبضے کے دوران جہاد اور مراحت کا نظریہ بن گیا۔ بعد ازاں سامراجی دور میں، بہت سے مسلم ممالک میں 'قوی منصوبے' کی نامی کے ساتھ، یہ سیکولر ریاست اور اس کے میں الاقوامی حامیوں کے خلاف ایک مسلح جدوجہد کا اصول بن گیا۔ حال ہی کے سالوں میں 1980ء کی دہائی میں افغانستان پر سودویٹ قبضے کے خلاف امریکہ کی طرف سے لڑی جانے والی نیا منی جنگ کے بعد یا ایک "کاروباری" نظریہ بن گیا ہے۔

پس باب چہارم، مسلم دنیا میں مسلم آبادیوں کے خلاف زیادتیوں کے بڑھتے ہوئے احساس کے پوشیدہ مقاہیم کا جائزہ لیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس بات کا کہ کس طرح اس احساس کو جہادی تنظیموں کے پیروکار اپنے مقاصد کیلئے استعمال کر رہے ہیں۔

اسلام کے عوامی کردار

مسلمان ممالک میں سیاست اور مذہب کے درمیان تعلق اسلام اور مسلمان معاشروں کے علماء کے درمیان ایک بہت مقابضہ اور مقابل بحث موضوع بن گیا ہے۔ اور یہ باب چشم کا مرکزی نکتہ ہے۔ بہت سے مغربی اور مسلم علماء اور فعالیت پسندوں کا عمومی طور پر بیان کیا جانے والا نقطہ نظر یہ ہے کہ اسلام نہ صرف ایک مذہب ہے بلکہ سماجی نظام کا ایک خاکہ بھی ہے اور لہذا زندگی کے تمام شعبوں پشوں قانون اور ریاست کا احاطہ کرتا ہے۔ پھر یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اس کی یہی نمایاں خصوصیت ہے جو مسلم معاشروں کو اپنے مغربی متقابلین سے، جن کی بنیاد ریاست اور مذہب کی علیحدگی پر ہے، علیحدہ کرتی ہے۔ ان اور متعلقہ امور کا جائزہ لینے کے بعد یہ باب ایک تجربی شہادت مہیا کرتا ہے، جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ مسلم ممالک میں مذہب اور سیاست کے مابین تعلق کی نوعیت کا درمیانی وسیلہ بننے اور اس کا اظہار کرنے میں ایک اہم عامل ادارتی ہمیشیں ہیں۔ ادارتی ہمیشیوں کی دو اقسام کی شناخت کی گئی ہے..... تفریق شدہ اور غیر تفریق شدہ۔

غیر تفریق شدہ ادارتی، ہمیست ایسی سماجی تشکیلات کی طرف اشارہ کرتی ہے جن میں مذہب اور ریاست ہم آہنگ ہوتی ہیں۔ ہم عصر بخشوں میں اسے اسلامی ریاست کا نام دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف تفریق شدہ ادارتی ہمیشیں ایسی سماجی تشکیلات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جن میں مذہب

اور سیاست، آئینی تقاضے کے تحت یاروایت کے تحت علیحدہ علیحدہ مقام رکھتی ہیں۔ اس باب میں بحث شدہ تجربی شہادت یہ ظاہر کرتی ہے کہ عمومی طور پر مذہبی اداروں اور نیچے اُن کا عوامی اشت忿یق شدہ اسلامی ممالک میں زیادہ ہوتا ہے پہ نسبت غیر تفریق شدہ اسلامی معاشروں کے عمومی طور پر مذہبی اداروں پر اعتماد کا براہ راست تعلق سیاسی اداروں پر اعتماد کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ باب اس کی اور دوسرے نتائج کی کچھ نظری تائیدیں پیش کرتا ہے اور یہ استدلال کرتا ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ غیر تفریق شدہ مسلم معاشرے، تفریق شدہ مسلم معاشروں کی خصوصیات کو اپنالیتے ہیں۔ لہذا ایک اسلامی ریاست ایک ایسے مسلم معاشرے کی سماجی اور سیاسی ترقی کیلئے ایک راستہ بھی ہو سکتا ہے، جس میں مذہب اور سیاست ایک خود مختارانہ لیکن باہمی طور پر تعاون کنندہ تعلق کے ساتھ زندہ رہ سکتے ہوں۔

کلمہ کفر کے بارے میں رویہ

ایک ڈپٹیش اخبار میں ایسے کارٹونوں کی اشاعت کے بعد جن میں حضرت محمدؐ کی جو کوئی گئی تھی پوری مسلم ڈنیا میں وسیع پیانا پر مظاہروں اور تشدید نے دوسری کئی چیزوں کے ساتھ ساتھ کلمہ کفر کے بارے میں مسلمانوں کے روؤیوں کا بھی اظہار کیا۔ اگرچہ اسلامی دینیات میں کلمہ کفر کے عیسائی تصور کا کوئی ٹھیک ٹھیک مترادف نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اور حضرت محمدؐ یادی الہی کے کسی بھی حصے کی توہین کرنا، اسلام کے مذہبی قانون کے تحت ایک جرم کے ذمے میں آتا ہے۔ زیادہ تخصیصی طور پر اسلامی قانون کے تناظر میں کفر آمیز، اعمال کو ان زبانی اظہاروں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جو ارتاد کے شبہ کیلئے بنیاد مہیا کرتے ہیں

پاکستان اور سعودی عرب جیسے مسلم ممالک نے ان قوانین کو اپنے ضابطہ فوجداری میں شامل کر لیا ہے۔ عمرانیاتی نظریہ میں جدیدیت اور لامذہ بیت کے درمیان تعلق کا جائزہ لینے کے بعد، باب نمبر 6 مغربی ممالک میں گفر آمیزی کے قوانین اور مسلم ممالک میں اُن کے نفاذ کا ایک مختصر تاریخی احوال، پاکستان کو مطالعہ کی ایک مثال بناتے ہوئے پیش کرتا ہے۔ پھر یہ گفر آمیزی کے بارے میں روؤیوں کی شدت اور غلبے کے بارے میں اُس تجربی شہادت کا جائزہ لیتا ہے۔ جو مختلف مسلم ممالک میں قابل لحاظ طور پر مختلف ہیں، اور مذہب پرستی اور جدیدیت کے ساتھ اُن کے تعلق کا بھی۔ گفر آمیزی کے بارے میں روؤیوں میں تنوع کی کچھ موزوں وضاحتیں پیش کرنے کے بعد اور یہ کہ وہ جدیدیت کے حالات سے کس طرح متاثر ہوتے ہیں، یہ باب سول معاشرے